پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

قسط ۱۳

اکابر اسلام اور قادیانیت

اصل وجۂ اختلاف

''شہر سدوم'' کے مصنف جناب شفیق مرزا اصل واقعات اپنی کتاب (صفحہ ۴۹ سے لے کر ۹۷ تک) میں تحریر کرتے ہیں۔ جن میں وہ تین خطوط من وعن بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان خطوط میں پہلا خط قدرے طویل ہے لیکن حقائق سے لبریز۔ جیسے قارئین کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ ان خطوط سے چند اقتباس دراصل اس میں وہ واقعات درج ہیں جو مرزا بشیر الدین محمود کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا باعث بنے۔ شفیق مرزا صاحب نے ان خطوط سے پہلے کتاب کے صفحہ ۴۹، ۵۰ پر ان چند سطور میں شیخ عبدالرحمٰن مصری کا ذکر اس طرح نہیں کیا ہے۔

''شیخ عبدالرحمٰن مصری ۲۵ ٹی گلبرگ لاہور میں مقیم ہیں ۱۹۰۵ء میں انہوں نے بانی قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے بزعم خویش اسلام قبول کیا۔ مولانا حکیم نور الدین کے سربراہِ جماعت ہونے کے بعد وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل ہونے کے لئے مصر چلے گئے۔ واپس آ کر مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب مرزا محمود صاحب انگلستان یاترا کے لئے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب ان کے ساتھ تھے۔

یوں سمجھیے کہ مرزا محمود ''جیم'' میں آپ صفِ اول کے لوگوں میں شامل تھے۔ نقائص سے برا تو کوئی انسان نہیں ہوتا شیخ صاحب کو اس کا دعویٰ ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی پامالی بد دیانتی کا کوئی الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر حقائق اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔ جب انہوں نے تحقیقات شروع کیں تو اعتقاد کی دھند چھٹنی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ یہاں انہیں کی اولاد پر ہاتھ صاف نہیں ہو رہا، ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین پرائیویٹ خطوط لکھے۔ یہ خطوط پڑھنے سے پیشتر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھے ہیں۔ جو ایک معاشرے سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصے کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت، معاش، اولاد، کوئی چیز اس قبائلی نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب و کرب کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ خلیفہ کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے ''سیدنا'' کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ محض تحفظات کے وعدے پر اس ''ریاست'' میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ ''میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں کہ جس کا والی بدچلن ہے۔''

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی و معاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنا دیتے

ہیں کہ وہ ان علائق کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے دلائل سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے جن کی حیثیت تارِ عنکبوت جیسی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے توبہ کا مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا مانگنا اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ قبائلی سماج کے معروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے تنخواہ دار ملاؤں سے پروپیگنڈا شروع کروا دیا انہیں قتل کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زنا کاری سے ہٹانے کے لیے اس امر کی تشہیر کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی بیٹی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے۔ مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ شیخ صاحب کو جب اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھ آ گئی کہ معیشت اور ماحول کے عقائد میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے سچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر خلیفہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔

اب وہ خطوط ملاحظہ فرمائیں۔''

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

مصری کا پہلا خط/ پہلی شہادت

سیدنا......! السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ!

میں ذیل کے چند الفاظ محض آپ کی خیر خواہی اور سلسلہ کی خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھ رہا ہوں۔ مدت سے میں چاہتا تھا کہ آپ سے دوٹوک بات کروں مگر جن باتوں کا درمیان میں ذکر آنا لازمی تھا جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں' ایسی تھیں کہ ان کے ذکر سے آپ کو سخت شرمندگی لاحق ہونی لازمی تھی اور جن کے نتیجے میں آپ میرے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ سکتے تھے اور ادھر چونکہ سلسلہ کے کاموں کی وجہ سے اکثر ہمیں آپس میں ملنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ میری فطری شرافت اس بات کو گوارہ نہیں کر سکتی تھی کہ آپ ہمیشہ کے لیے میرے سامنے شرمندگی کی حالت میں آئیں۔ اس لیے میں اس وقت تک آپ کے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے سے رکا رہا ہوں' لیکن اب حالات نے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے (Situation) رکھ دوں اور آپ کو بتا دوں کہ جس طرف آپ جا رہے ہیں وہ راہ آپ کے لیے اور سلسلہ کے لیے کیسی پر از خطرات ہے۔ یہ سچ ہے کہ سلسلہ خدا کا ہے اور خدا خود اس کی حفاظت کرے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے فرشتے لوگوں کے دلوں کو خود اس طرف کھینچ لائیں گے۔ لیکن آپ اپنی غلط پالیسی کے نتیجے میں ہر طرح سے لوگوں کو اس سے دور پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں نے تو مظلوم ہو کر بھی (جس کو شریعت نے بھی ظالم کے ظلم کے علی الاعلان ایماء کی اجازت دی ہے) اس بات میں شرم محسوس کرتا رہا کہ آپ کے سامنے بالمشافہ یا تحریر کے ذریعہ آپ کی بعض خاص راز کی باتوں کا ذکر لاؤں۔ لیکن آپ خود ظالم تھے اور ایسے انعال شنیعہ کے مرتکب تھے' جن کے سننے سے بھی ایک مومن چھوڑ معمولی شریف آدمی کی روح کانپتی ہے۔ اس آدمی کو جس کا قصور اور جرم صرف اس قدر تھا کہ بدقسمتی سے اس کو آپ کے انعال شنیع کا علم ہو گیا۔ اور آپ کو یہ علم ہو گیا کہ اسے علم ہو گیا ہے۔ دکھ دینے اور قسم قسم کے مصائب کا اسے نشانہ بنانے اور اس کو جماعت کی نظر میں گرانے

کے لیے طرح طرح کے بہتان اس پر باندھنے اور ان بہتانوں کو ہاتھ میں لے کر اس کے خلاف جماعت میں جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے کی لگاتار ان تھک کوشش کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کی اور یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ آپ کا مجرم ضمیر (Guilty Conscious) ہر وقت آپ کو اس بے شر اور بے ضرر انسان کے متعلق اندر سے یہی آواز دیتا رہا کہ اگر اس شخص نے میری ان کارروائیوں کا جو میں اندر خانہ کرتا رہا ہوں، جماعت کو علم دے دیا تو میرا سارا کاروبار بگڑ جائے گا اور میں شہرت سے گر کر قعر مذلت میں جا پڑوں گا۔ کیونکہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے۔ مشنریوں کے متعلق تو اس قسم کے عذر گھڑ لئے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کیا تھا یا ان کی لڑکی پر سوتن لانے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر یہاں اس قسم کا کوئی عذر نہیں چل سکتا۔ اس کی بات کو جماعت مشنریوں کی طرح رد نہیں کرے گی بلکہ اس پر اسے کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی۔ اس لیے آپ نے اسی میں اپنی خیر سمجھی کہ آہستہ آہستہ اندر ہی اندر اس شخص کو جھوٹے پروپیگنڈہ کے ذریعے جماعت کی نظر میں گرا دیا جائے اور اس کو اس مقام پر لے آئے کہ اگر یہ میرے اس گندے راز کو فاش کرے تو جماعت توجہ نہ کرے اور اس کی بات کو بھی اس طرف منسوب کر دے کہ اس شخص کی بھی ذاتی اغراض و خواہشات تھیں، جن کو چونکہ پورا نہیں کیا گیا اس لیے یہ بھی ایسا کہنے لگ گئے ہیں اور ادھر سے کہ دیکھا میں نہیں کہتا تھا کہ یہ اندر سے مشنریوں یا احراریوں سے ملے ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے جن کو آپ کے ان گندے رازوں کا علم ہو جاتا ہے آپ کے پاس زیادہ تر یہی ایک حربہ ہے۔ یہ آپ مت خیال کریں کہ جو کچھ آپ میرے خلاف کر رہے ہیں اس کا مجھے علم نہیں ہوتا۔ مجھے آپ کی ہر کارروائی کا علم ہوتا ہے۔ میں بھی آپ کے اس اشتعال انگیز طریق سے متاثر ہو کر جلد بازی سے کام لیتا اور ابتداء میں ہی اپنا مبنی بر حقیقت بیان شائع کر دیتا اور جو تقدس کا بناوٹی لبادہ اپنے اوپر ڈالا ہوا ہے اُس کو اٹھا کر آپ کی اصل شکل دنیا کے سامنے ظاہر کر دیتا تو آج نہ معلوم آپ کا کیا حشر ہوتا۔ یعنی محض اللہ کیلئے صبر سے کام لیا۔ آپ کے ظلم پر ظلم دیکھے اور اُف تک نہیں کی۔ میں نے سمجھا تھا کہ میری خاموشی سے آخر آپ سبق حاصل کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ یہ شخص اس راز کو فاش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور کچھ عرصہ تک میرے رویہ کو دیکھ کر خود بخود اپنی غلطی محسوس کر کے نادم ہو کر اپنی ان ناجائز اور ظالمانہ کارروائیوں اور جھوٹے پراپیگنڈے سے باز آ جائیں گے۔ لیکن آپ کا ''مجرم ضمیر'' (Guilty Conscious) آپ کو کب آرام سے بیٹھنے دیتا تھا اور آپ کا راب اور گھبراہٹ سے بھرا ہوا دل اس وقت تک، کب آپ کو چین کی نیند سونے دیتا' جب تک اس شخص کو اپنی راہ سے دور نہ لیں۔ جس سے آپ کو ذرا سا بھی خطرہ خواہ وہم ہی کیوں نہ محسوس ہو رہا ہو۔ آپ غالباً اس وقت تک اس غلط فہمی کا شکار ہے ہیں۔ کیا اس وقت تک جو میں خاموش رہا ہوں اپنی ملازمت کے چلے جانے کے ڈر سے رہا ہوں۔ اس غلط فہمی کو جتنا جلدی بھی ہو سکے اپنے دل سے نکال دیں اور آپ کو دلیری بھی زیادہ تر اسی وجہ سے ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی روزی میرے قبضے میں ہے۔ مگر میں خدا کے فضل سے مشرک نہیں ہوں کہ ایک سیکنڈ کیلئے بھی اس بات کا خیال کرنا تو بجا اس کو وہم میں بھی لا سکوں۔ پس یہ آپ کو یاد رہے کہ میں جو غلط کاریوں کا علم ہو جانے اور اپنے خلاف کارروائیوں کو دیکھنے کے باوجود خاموش چلا آ رہا ہوں۔ اس کی وجہ کسی قسم کے مالی، جانی نقصان کا ڈر نہ تھا۔ کیونکہ علمائے ربانی حق گوئی کے مقابلے میں کسی نقصان سے

خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہی کیوں نہ ہو‘ نہیں ڈرا کرتے لیکن وہ جہاں لا یخافون لومۃ لائم کا مصداق ہوتے ہیں‘ وہاں وہ حق گوئی کا محل اور موقع بھی دیکھتے ہیں اور اس اظہار اور عدم اظہار میں موازنہ بھی کرتے ہیں۔ اپنے ذاتی نفع ونقصان کو مدنظر رکھ کر نہیں بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور سلسلہ حقہ کے حق میں اکبر من نفعہ بالفضبی اکبر من ضرہ اس لیے میں اگر خاموش تھا اور ہوں تو محض اس لیے کہ میں اس کے اظہار کو سلسلہ کے نئے مضر یقین کرتا تھا۔ نہ صرف کرتا تھا بلکہ اب بھی کرتا ہوں۔ دوسری بات جو اس گندے اظہار کے لیے میرے لیے مانع تھی اور ہے‘ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ‘ روحی وجسمی کے بے انتہا احسانات تھے جن کے پنجے سے ہماری گردنیں کبھی نکل ہی نہیں سکتیں۔ پس ان احسانات کو دیکھتے ہوئے طبیعت اس بات کو قطعاً گوارا نہیں کرسکتی کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کا مقابلہ کیا جائے یا انہیں بدنام کیا جائے۔ تیسری بات جو میرے لیے مانع تھی‘ وہ آپ سے دیرینہ تعلقات اور ایک حد تک آپ کے احسانات تھے۔ گو جو ظلم آپ نے میری اولاد کو اپنے گندے نمونے کے ذریعے سے اور سلسلہ حقہ سے منحرف کرنے اور ان کو دہریہ بنانے کی کوشش میں کیا‘ وہ اتنا بڑا ہے کہ وہ احسانات اس کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں۔ اور قابل ذکر نہیں رہے۔ تعجب ہے مجھے تو ان دیرینہ تعلقات کا اس قدر پاس ہو کہ آپ کے گندے افعال کا ذکر آپ کے سامنے کرنے سے بھی شرم محسوس کروں اور محض اس خیال سے کہ میرے سامنے آنے سے آپ کو شرم محسوس ہوگی‘ آپ کے سامنے آنے سے حتی الوسع اجتناب کرتا رہا ہوں لیکن ان تعلقات کا آپ کو اتنا بھی پاس نہ ہوا جتنا ایک معمولی قماش کے بدچلن انسان کو ہوتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بدچلن سے بدچلن آدمی بھی اپنے دوستوں کی اولاد پر ہاتھ ڈالنے سے احتراز کرتے ہیں۔ لیکن افسوس آپ نے اتنا بھی نہ کیا اور اپنے ان مخلص دوستوں کی اولاد پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ جو آپ کیلئے اور آپ کے خاندان کے لیے جانیں تک قربان کردینا بھی معمولی قربانی سمجھتے تھے میرے اخلاص کا تو یہ عالم تھا جس وقت فضل دادا جمالی علم ہوا اور پھر بشیر احمد (شیخ عبدالرحمٰن مصری کا بیٹا) اس کی تفصیلی تصدیق کی تو میرا یہی فیصلہ تھا کہ بشیر احمد کو گھر سے نکال دوں اور ہمیشہ کیلئے اس سے تعلقات منقطع کردوں مگر میں نے اس سے نرمی اس لیے کی کہ اس کے ذریعے سے اب میں اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جس کے متعلق میں پہلے یقین کئے بیٹھا تھا کہ آپ کے چال چلن کو بدنام کرنے کیلئے دنیا کام کررہی ہے اس وقت یہی خیال غالب تھا کہ بشیر احمد بدقسمتی سے اُن لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے جو اس سازش کے بانی مبانی ہیں۔ کیونکہ یہ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اس کو آپ کے اور آپ کے خاندان کے ساتھ بڑا اخلاص تھا اور اس اخلاص کی موجودگی میں وہ کبھی بھی جھوٹے الزام آپ پر نہیں لگا سکتا تھا۔ پس ایسی حالت میں میرے نزدیک دو ہی صورتیں ہوسکتی تھیں۔ یا یہ الزامات سچے ہیں یا بشیر احمد ایسے آدمیوں کے ہاتھ پڑ گیا ہے اور انہوں نے اسی کو قتل وغیرہ کی دھمکیاں دے کر اس سے یہ کہلوایا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ میں بشیر احمد سے اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا، چنانچہ اس بنا پر اول میں نے بشیر احمد کے ساتھ مختلف رنگوں میں انتہائی کوشش کی کہ وہ ان باتوں کے غلط ہونے کا اقرار کرے مگر قطعاً کامیابی نہ ہوئی اور کامیابی ہوتی کس طرح اور کسی سازش کا پتہ لگتا کس طرح؟ جبکہ کسی سازش کا نام ونشان ہی نہ تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے، اس نے بعض ایسے دلائل پیش کئے جو ایک حد تک قائل کردینے والے تھے۔ ان میں قطعاً بناوٹ معلوم نہ ہوتی تھی۔

(جاری ہے)